سیرت صحابہ

محمد وسیم اختر مفتی

عمر فاروق رضی اللہ عنہ

[''سیر وسوانح'' کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین
کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

—۱۲—

سیرت وعہد

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مصر کے حالات سے مطلع کرتے رہتے تھے۔ان کے خطوط سے حضرت عمر کو عیسائی پیشوا بن یامین کا مقام ومرتبہ معلوم ہوا تو ہدایت بھیجی کہ مصر کے سیاسی وانتظامی معاملات بہتر اور اطمینان بخش طور پر چلانے کے لیے بن یامین سے مشاورت مفید رہے گی۔بن یامین نے بھی مشورہ دینے میں بخل سے کام نہ لیا۔ان کا سجھاؤ تھا کہ لوگ اپنی فصل کاٹ لیں تو ان سے خراج وصول کیا جائے۔مصر کی بند ہو جانے والی نہروں کو از سر نو کھدوا کر جاری کیا جائے اور ان کے پلوں کو مرمت کرایا جائے۔ٹیکس کلکٹروں کی تنخواہیں بروقت ادا کی جائیں تاکہ وہ رشوت پر آمادہ نہ ہوں۔حضرت عمرو دریاے نیل کو بحر احمر سے ملانے والی نہر ٹراجن (Trajan) کھدوانے کی پلاننگ پہلے سے کر چکے تھے۔یہ ہزاروں برس پہلے عہد فراعنہ میں نکالی گئی تھی۔رومی بادشاہ ٹراجن (Trajan، اصل نام :Marcus Ulpius Nerva Trajanus، ۱۸ستمبر ۵۳ تا ۹ اگست ۱۱۷) نے اس کی اصلاح کرائی تو اسی کے نام سے موسوم ہوگئی۔حضرت عمرو بن عاص نے ہزاروں مزدور بھرتی کر کے ایک سال سے بھی

کم عرصے میں قریباً ۱۰۰ کلومیٹر لمبی اس بے نشان ہو جانے والی نہر کو از سر نو جاری کر دیا، اب اس کا نام نہر امیر المومنین ہو گیا۔

ابوالحسن قفطی (م ۶۴۶ھ/ ۱۲۴۸ء) نے اپنی کتاب ''اخبار العلما باخبار الحکما'' میں ایک قصہ بیان کیا ہے۔ ایک قبطی پیشوا حنا (یحییٰ نحوی) نے، جسے عیسائی علما نے تثلیث کا انکار کرنے کی وجہ سے اپنی کونسل سے خارج کر رکھا تھا، حضرت عمرو بن عاص سے کہا: اسکندریہ کے شاہی خزانوں میں ایک بڑا خزینہ اہل روم کی ۴۵ ہزار کتابوں پر مشتمل لائبریری ہے۔ اسے شاہ اسکندریہ بطلیموس دوم فلاڈلفس (Ptolemy II Philadelphus، ۳۰۹-۲۴۶ ق م) کے حکم پر زمیرہ نے جمع کیا تھا۔ فلسفہ وحکمت کی یہ کتابیں ہمیں سونپ دیجیے، آپ کے لیے تو یہ بے قیمت ہیں، لیکن ہمارے لیے بہت مفید رہیں گی۔ حضرت عمرو نے کہا: میں امیر المومنین حضرت عمر سے اجازت لیے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ حضرت عمر کا جواب آیا: ان کتابوں میں جو کچھ کتاب اللہ کے موافق ہے، کتاب اللہ میں موجود ہونے کی وجہ سے اس کی ہمیں ضرورت نہیں اور جو قرآن کے مخالف ہے، اس سے ہمیں کیا لینا؟ انھیں تلف کر ڈالو۔ مورخ صاحب فرماتے ہیں: ان کتابوں کو اسکندریہ کے حماموں میں تقسیم کر دیا گیا جہاں یہ ۶ ماہ تک ایندھن کے طور پر استعمال ہوتی رہیں۔ اس واقعے کو بے شمار مستشرقین جھٹلا چکے ہیں۔ اس کا من گھڑت اور بے سروپا ہونا، اسی بات سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حنا (یحییٰ نحوی) مصر میں مسلمانوں کی آمد سے کئی سال قبل وفات پا چکا تھا اور مذکورہ کتب خانہ اس سے کہیں پہلے ۴۸ء میں بھسم ہو چکا تھا۔ جب رومی بادشاہ قیصر نے اسکندریہ کو تاراج کیا اور اس کی بندرگاہ اور نصف شہر کو جلا ڈالا۔ مسلمان آئے تو اس کتب خانے کے علاوہ دوسری تمام لائبریریاں بھی معدوم ہو چکی تھیں۔ بٹلر (Butler) کا کہنا ہے: انھیں عیسائیوں کی فرقہ دارانہ جنگوں نے اجاڑ دیا تھا۔

اب وہ مرحلہ آیا جب امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب اور فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص میں اختلافات نے جنم لیا۔ خلیفۂ ثانی کا تقاضا تھا کہ خراج کا ملاً مدینہ بھیجا جائے، جبکہ حضرت عمرو اس کا بیش تر حصہ مصر کی نہروں اور اس کے پلوں پر خرچ کرنا چاہتے تھے، کئی اور اصلاحات بھی ان کے پیش نظر تھیں۔ انھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط موصول ہوا کہ تم نے پچھلے سال بھیجے جانے والے خراج کا نصف بھی ادا نہیں کیا۔ قحط پڑا ہے نہ خشک سالی آئی ہے اور تم بہانے بنا رہے ہو۔ یقیناً تمھارے بددیانت عمال ہی اس میں رکاوٹ بن رہے ہوں گے۔ حضرت عمرو کی وضاحت سے ان کی تسلی نہ ہوئی اور خراج فوراً ادا کرنے کا حکم لکھ بھیجا۔ حضرت عمرو نے بار بار مصر کی مقامی ضروریات کا عذر پیش کیا تو حضرت عمر نے حضرت محمد بن مسلمہ کو مصر بھیجا جنھوں نے مال فے وصول کیا۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ حضرت عمر

حضرت عمر و کو معزول کرنا چاہتے تھے کہ خود ان کی شہادت کا سانحہ پیش آ گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جزیرہ نماے عرب کو ایک سیاسی اکائی بنانا چاہتے تھے۔ ان کے پیش نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تھا: 'لا يترك بجزيرة العرب دينان'، ''دو دین (یہودیت ونصرانیت) جزیرۂ عرب میں نہ رہنے دیے جائیں۔'' (مسند احمد، رقم ۲۶۳۵۲) جس طرح انھوں نے خلافت سنبھالتے ہی نجران کے عیسائیوں کو عراق میں اور فدک وخیبر کے یہودیوں کو شام میں جا بسایا، ایسے ہی مرتدین پر مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو کر جہاد نہ کرنے کی پابندی ختم کر دی۔ سیدنا ابوبکر نے یہ پابندی اس لیے لگائی تھی، کیونکہ وہ اہل ردہ کی شورش فرو کرنے کے بعد ان پر فوری اعتماد نہ کر سکتے تھے۔ حضرت عمر نے اسے ہٹانا ضروری سمجھا، اس لیے کہ ان کے خیال میں اس سے مسلمانوں میں تفریق پیدا ہو سکتی تھی۔ جب ایک گروہ کو احساس ہو کہ اسے کم آزادی یا کم عزت ملی ہوئی ہے تو وہ وحدت کا حصہ نہیں بن سکتا۔ انھوں نے تمام عرب جنگی قیدیوں کو آزاد کر کے ان کے کنبوں میں واپس بھیجنے کا حکم بھی دیا۔ ان کا منشا تھا کہ جزیرۂ عرب کے تمام باشندگان یکساں آزاد ہوں۔ وہ قومی نہیں، بلکہ اسلامی وحدت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ سیدنا عمر نے ہجرت نبوی کو اہم ترین واقعہ قرار دیتے ہوئے اسی سے اسلامی کیلنڈر کی ابتدا کی۔ یوں جاہلی کیلنڈر جو عام الفیل یا عربوں کی اہم جنگوں کے سن وقوع سے شروع ہوتے تھے اور ایرانی و رومی کیلنڈر پس منظر میں چلے گئے۔

کچی اینٹیں مسجد نبوی کی دیواریں اور کھجور کی چھالیں اس کی چھت تھیں۔ اپنی خلافت کے پہلے چار سال حضرت عمر نے مسجد میں ذرا بھی تبدیلی نہ کی۔ اسلامی مملکت کے وسعت اختیار کرنے سے مدینہ کے باشندوں کی تعداد بھی بڑھ گئی تو انھوں نے مسجد کو کشادہ کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ساتھ کہتے جاتے کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا: ''چاہیے کہ ہم اپنی مسجد کی گنجایش کچھ بڑھا لیں۔'' تو اسے ہرگز وسیع نہ کرتا۔ وہ مسجد ہی میں بیٹھ کر امور مملکت انجام دیتے، البتہ ان لوگوں کو منع کرتے جو مسجد میں بیٹھ کر گپ شپ یا شعر و شاعری کرتے۔ ایسی سرگرمیوں کے لیے انھوں نے مسجد کے باہر ایک جگہ مقرر کر دی جسے بطیحا کہا جاتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں رہ کر تمام جنگوں کی خود پلاننگ کی، وہ اکثر اوقات فوجوں کی پوزیشن طے کرتے، میمنہ و میسرہ اور مقدمہ و قلب کے کمانڈروں کا تقرر کرتے اور جب فتح حاصل ہو جاتی تو محض والی مقرر کرنے پر اکتفا نہ کرتے، بلکہ شہر کے انتظام و انصرام کے متعلق ہدایات بھیجتے۔ انھوں نے مفتوحہ علاقوں میں پہلے سے رائج ایرانی و بازنطینی نظام ہاے مملکت کو اپنایا نہ عرب میں چلتا ہوا دیہی و شہری نظام ان پر مسلط کیا۔ اس باب میں والیوں کو چھوٹ تھی کہ وہ احکام اسلامی کی روشنی میں اپنے خطے کی ضروریات کے مطابق قواعد سلطنت خود ترتیب دیں۔ اس طرح

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

نوزائیدہ اسلامی مملکت نے ایک ریاست ہاے متحدہ کی صورت اختیار کر لی۔ دارالحکومت مدینہ میں وہی شورائی نظام جاری تھا جس پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا اور جس پر سیدنا ابوبکر کاربند رہے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت علی بن ابوطالب، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمان بن عوف خلیفۂ ثانی کی مجلس شوریٰ کے اہم ارکان تھے۔ کبھی 'اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ' کی ندا کے بعد شوریٰ عامہ منعقد ہوتی اور حضرت عمر عامۃ المسلمین کی آرا سے مستفید ہوتے۔ وہ ذہین نوجوانوں سے انفرادی مشورہ بھی کرتے۔ جنگ جسر (پل والی جنگ) میں حضرت ابوعبید ثقفی کی شہادت کے بعد اسلامی فوج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو امیر المومنین نے عامۃ المسلمین سے مشورہ کیا۔ سب نے کہا: آپ خود عراق چلیں، ہم بھی آپ کے ساتھ جائیں گے۔ اہل شوریٰ میں سے حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمان بن عوف نے اس بات سے اختلاف کیا، ان کا کہنا تھا کہ امیر المومنین کا مدینہ میں رہنا زیادہ ضروری ہے۔ اسی راے پر عمل ہوا۔ جب شام کے مقام عمواس میں طاعون کی وبا پھوٹی تو حضرت عمر شام ہی کے سفر پر تھے۔ وہ تبوک کے قریب واقع سرغ تک پہنچے تھے کہ اس وبا کی اطلاع ملی۔ انھوں نے موجود مہاجرین و انصار سے سفر جاری رکھنے کے بارے میں مشورہ کیا تو متضاد آرا سامنے آئیں۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سنایا: ''جب تم کسی شہر میں وبا پھیلنے کی خبر سنو تو وہاں کا رخ نہ کرو۔'' تو حضرت عمر نے اس پر عمل کا ارادہ کر لیا۔ انھوں نے ابوعبیدہ کے اعتراض 'أفرارًا من قدر اللّٰہ' (کیا آپ تقدیر الٰہی سے بھاگ رہے ہیں؟) کے جواب میں کہا: ہاں، اللہ کی ایک تقدیر سے بھاگ کر دوسری تقدیر کی طرف جا رہا ہوں۔ حضرت عمر نے اپنے عمال کو بھی اہل راے سے مشورے کا پابند کیا۔

خلیفۂ دوم نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں (بنوہاشم) کو سرکاری مناصب دینے سے گریز کیا، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ لوگ عام طور پر صاحب منصب سے ناراض ہی رہتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ رہی کہ وہ انھیں اپنی مشاورت کے لیے مدینہ میں مقیم رکھنا چاہتے تھے۔ شوریٰ حکومت کا اہم ادارہ تھی، اس طرح یہ اصحاب بھی اسلامی حکومت میں شامل رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وسیع اختیارات کے مالک تھے۔ وہ کتاب و سنت کی تعبیر کرتے، ان میں پائے جانے والے احکام نافذ کرتے، قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) ہونے کے علاوہ، وہ فوج کے سپریم کمانڈر بھی تھے۔ اتنی زبردست اتھارٹی نے ان میں اور فروتنی پیدا کر دی۔ ایک بار کاندھے پر مشک ڈھوئی اور کہا: میرے نفس میں کچھ غرور آ گیا تھا، اس لیے میں نے اسے ذلیل کیا۔ فرماتے تھے: مجھے رعیت کی حالت کی خبر کیسے ہو سکتی ہے، جب تک ان پر

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

آنے والی مصیبت مجھے بھی لاحق نہ ہو؟ اپنے آپ کو انتہائی غریب شخص کی جگہ رکھ کر اسے پیش آنے والی مشکلات کا اندازہ کرتے۔ قحط کا پورا سال انھوں نے چکنائی لی نہ گوشت کھایا، کیونکہ یہ عوام کو میسر نہ تھے۔ وہ لاغر ہو گئے اور رنگ سیاہ پڑ گیا، لوگوں کو اندیشہ ہو کہ حضرت عمر چل ہی نہ بسیں۔

امیر المومنین مدینہ پہنچنے والے مال غنیمت میں سے عام شہری جتنا حصہ وصول کرتے۔ ایک مرتبہ فرمایا: میرے لیے دو جوڑے ہی کافی ہیں، ایک سردیوں والا، ایک گرمیوں کے لیے، خوراک وہ ہو جو ایک عام قریشی کھاتا ہے، حج یا عمرہ کرنا ہو تو ایک سواری مل جائے۔ خدا کے مال میں میں اتنا تصرف ہی جائز سمجھتا ہوں جو مال یتیم میں روا ہوتا ہے، گنجایش ہوئی تو نہ لیا، ضرورت پڑی تو معروف کے مطابق لے لیا۔ ایک باران کے پاس کچھ یمنی چادریں آئیں، انھوں نے یہ اہل مدینہ میں بانٹ دیں۔ ہر شہری کو ایک چادر ملی، حضرت عمر کے حصے میں بھی ایک آئی۔ وہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو اس چادر سے سلی ہوئی قمیص پہن رکھی تھی۔ ایک شخص چلایا: عمر، ہم تمھاری بات سنیں گے، نہ مانیں گے۔ انھوں نے پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: اس لیے کہ آپ نے یمنی چادروں میں سے اپنا حصہ زیادہ رکھا ہے۔ ہمیں ایک ایک ٹکڑا ملا ہے جس سے ہماری قمیص نہیں بن پائی اور آپ نے قمیص سلا لی۔ کیسے؟ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر نے وضاحت پیش کی کہ میں نے اپنا حصہ اپنے والد کو دے دیا ہے تو وہ شخص مانا اور کہا: اب سمع وطاعت ہو گی۔ خلیفۂ دوم بیمار پڑے تو طبیب نے شہد تجویز کیا، تب بیت المال میں ایک کپی سے زیادہ شہد نہ تھا۔ وہ منبر پر چڑھے اور حاضرین سے کہا: اگر آپ نے مجھے یہ شہد لینے کی اجازت دی تو میں استعمال کروں گا ورنہ یہ مجھ پر حرام رہے گا۔ اپنی جان کے معاملے میں مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس قدر شدت پسندی دیکھی تو ان کی بیٹی ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کیا، تب بھی ان کا جواب تھا: اے حفصہ، تو نے مال غنیمت سے حسب خواہش حظ اٹھانے کا مشورہ دے کر اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور اپنے باپ کا برا چاہا۔ میرے مال و دولت میں تو تمھارا حق ہو سکتا ہے، میرے دین و ایمان میں نہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حضرت عمر اہل ایمان کے ساتھ اولاد کا سا برتاؤ کرتے۔ انھیں ہر دم خوش دیکھنا چاہتے، ان کے دکھوں کا اسی طرح مداوا کرتے، جیسے ایک باپ کرتا ہے۔ ایک رات وہ اپنے غلام اسلم کے ساتھ نواح مدینہ کے گشت پر تھے کہ ایک خیمے سے کسی عورت کے رونے کی آواز آئی۔ معلوم ہوا، وہ درد زہ میں مبتلا ہے اور اسے دایہ کا انتظام کرنے کی گنجایش نہیں۔ وہ فوراً گھر گئے اور اپنی اہلیہ حضرت ام کلثوم بنت علی کو لے آئے۔ آٹا اور گھی ان کی کمر پر لدا تھا، دایہ گیری کا ضروری سامان بھی پاس تھا۔ جب حضرت ام کلثوم پکاریں: اے امیر المومنین، صاحب خانہ کو بیٹے کی بشارت دے

دیکھے تو انھیں خبر ہوئی کہ ان سے مواسات کرنے والا خود اپنے وقت کا بادشاہ ہے۔ ایک بار کسی بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں کو غفلت کرنے پر ڈانٹا، کچھ رات گزری تو ایک اور بچہ روتا ہوا پایا، آخری پہر ہوا تو بھی ایک بچے کا رونا رات کا سکون برباد کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچے کی ماں سے کہا: تو کیسی ماں ہے؟ تیرے بچے کو رات گزرنے پر بھی رونے سے قرار نہیں آیا۔ اس نے کہا: میں اسے دودھ کے بجائے روٹی دیتی ہوں اور یہ لیتا نہیں۔ انھوں نے پوچھا: یہ کیوں؟ اس نے بتایا: کیونکہ امیر المومنین صرف دودھ چھڑائے ہوئے بچے (weaned) کو وظیفہ دیتے ہیں۔ انھوں نے بچے کی عمر پوچھی اور ماں کو دودھ پلائی جاری رکھنے کا مشورہ دیا۔ فجر کی نماز پڑھانے کے بعد وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں، فرمایا: عمر کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جائے! اس نے مسلمانوں کے کتنے ہی بچے مار ڈالے۔ پھر مدینہ میں منادی کرا دی کہ اپنے بچوں کا دودھ جلدی جلدی نہ چھڑاؤ، ہم نے مسلمانوں کے ہر نومولود کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا ہے۔ یہی حکم پوری مملکت اسلامیہ میں نافذ کر دیا گیا۔ انھی راتوں کا ذکر ہے جب حضرت عمر مدینہ کی گلیوں میں گشت کرتے تھے۔ ایک عورت جھوٹ موٹ کی ہنڈیا چڑھا کر روتے ہوئے بچوں کو بہلا رہی تھی۔ ان کو پتا چلا تو فوراً گئے، آٹا، گھی اور پکانے کا کچھ سامان لے آئے۔ غلام اسلم نے کہا: یہ سامان میں اٹھا لیتا ہوں۔ حضرت عمر نے کہا: تو کیا تو روز قیامت بھی میرا بوجھ اٹھائے گا؟ بچے پیٹ بھر کر سو گئے تو وہ لوٹے، ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے: بھوک ہی ہے جو بچوں کو سونے نہیں دیتی اور ان کو رلا مارتی ہے۔

اپنے پہلے خطبے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے لیے اس کمزور سے زیادہ قوی کوئی نہ ہوگا (جس کا حق مارا گیا ہو) تا آنکہ میں اس کا حق اسے دلا دوں۔ اسی طرح میں اس طاقت ور سے بڑھ کر کسی کو بودا نہ سمجھوں گا (جس نے کسی کا حق دبا لیا ہو) حتیٰ کہ میں اس سے دوسرے کا حق چھین نہ لوں۔ ایک بار کہا: لوگو، میں نے تم پر عمال اس لیے مقرر نہیں کیے کہ تمھیں ماریں پیٹیں، بے عزتی کریں یا تمھارے مال چھین لیں۔ ان کا فرض تمھیں کتاب وسنت کی تعلیم دینا ہے۔ جس کے ساتھ بھی زیادتی ہو مجھے خبر کرے، میں خود قصاص لوں گا۔ حضرت عمرو بن عاص نے پوچھا: تو کیا کوئی حاکم اپنے کسی شہری کی تادیب کرے گا تو اس سے بھی قصاص لیا جائے گا؟ حضرت عمر نے کہا: ہاں۔

سیدنا عمر امور مملکت ممکن حد تک خود بجا لانے کی کوشش کرتے۔ ایک بار حضرت علی نے ان کو مدینہ کے باہر دوڑتے ہوئے دیکھا تو پوچھا: امیر المومنین، آپ کہاں جا رہے ہیں؟ جواب دیا: صدقے کا ایک اونٹ بھاگ نکلا ہے، میں اسے ڈھونڈ رہا ہوں۔ حضرت علی نے کہا: آپ نے تو اپنے بعد آنے والے خلفا کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔ ایک دفعہ وہ عبدالرحمان بن عوف کے گھر اس وقت پہنچے جب وہ تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے پوچھا: اس

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وقت کیا کام آن پڑا ہے؟ حضرت عمر نے بتایا: لوگوں کی ایک جماعت بازار کی ایک جانب سے شہر میں آئی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مدینہ کے چور انھیں نقصان نہ پہنچائیں۔ چلو ہم دونوں ان کی پہرے داری کرتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ مل کر شراب پی رہے ہیں۔ حضرت عمر نے ایک شخص کو پہچان لیا، اس وقت تو واپس ہو لیے، لیکن صبح کو اسے طلب کر لیا۔ جب اس نے کہا: آپ محض تجسس سے معلوم ہونے والے الزام کی بنیاد پر ہمارے خلاف کارروائی نہیں کر سکتے تو اسے چھوڑ دیا، حالانکہ وہ اس کی بادہ خواری کے خود گواہ تھے۔ رعایا کے حالات خود معلوم کرنے کی شدید حرص آخری عمر میں ان کی تمنا بن گئی کہ مملکت اسلامیہ کے تمام اطراف میں گھوم پھر کر عامۃ الناس اور عمال کے احوال جانچیں۔ چنانچہ فتح مصر کے بعد فرمایا: اگر اللہ نے مجھے زندگی دی تو ایک کامل برس اپنی رعیت میں گھوم کر گزاروں گا۔ لوگوں کی کئی ضرورتیں میری وجہ سے رہ جاتی ہیں، عمال مجھ تک نہیں پہنچاتے اور ضرورت مند میرے پاس آ نہیں پاتے۔ میں ۲ ماہ شام میں رہوں، ۲ ماہ الجزیرہ میں، ۲ ماہ مصر میں، ۲ ماہ بحرین میں، ۲ ماہ کوفہ میں اور ۲ ماہ بصرہ میں گزاروں، بخدا! یہ سال کتنا ہی خوب صورت ہوگا؟ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ، برا ہو اجل کا، ان کی یہ تمنا بر آنے کا موقع ہی نہ آیا۔

عدل فاروقی ضرب المثل مانا جاتا ہے، اس لیے کہ حضرت عمر میں حد درجہ خشیت الٰہی پائی جاتی تھی۔ انھیں ہر لمحہ اپنے حساب اور اپنی پکڑ کا ڈر رہتا تھا اور اسی محاسبۂ نفس سے انصاف کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ جب ان کے پاس کوئی مقدمہ آتا تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر دعا مانگتے: اے اللہ، میری مدد فرما، یہ دونوں فریق مجھے دین سے پھسلانا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر کے بیٹے حضرت عبدالرحمان مصر میں تھے۔ ابوسروعہ اور انھوں نے مل کر شراب پی اور انھیں خمار چڑھ گیا۔ گورنر حضرت عمرو بن عاص نے اپنے گھر ہی میں کوڑے لگوائے اور ان کا سر منڈوا کر چھوڑ دیا۔ حضرت عمر کو خبر ہوئی تو تادیب کا خط لکھا: ابن عاص، تو نے عہد امارت کی خلاف ورزی کی ہے۔ مجھے تم کو معزول ہی کرنا ہوگا۔ عبدالرحمان تیری رعایا کا ایک فرد ہے، تمھیں اس کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کا سا سلوک کرنا چاہیے تھا۔ یہ خط ملتے ہی اسے اونٹ پر لاد کر میرے پاس بھیج دو۔ وہ مدینہ پہنچے تو تکلیف دہ سفر کی وجہ سے چل بھی نہ سکتے تھے۔ عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین، اس پر حد نافذ ہو چکی ہے، انھوں نے ایک نہ مانی اور بار دگر کوڑے لگوا دیے۔ عبدالرحمان تھکے ہوئے تھے، بیمار پڑے اور اسی مرض سے وفات پائی۔

حضرت عمر انصاف کرتے ہوئے امیر و غریب، والی و رعیت میں کوئی فرق نہ کرتے۔ شاہ غسان جبلہ بن ایہم اسلام قبول کرنے کے بعد عمرہ کرنے گیا۔ طواف کے دوران میں بنو فزار کے ایک شخص نے اس کے پاجامے پر پاؤں

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

رکھ دیا تو اس نے اس کی ناک کاٹ ڈالی۔ حضرت عمر نے کہا: اسے راضی کر و یا قصاص دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ وہ ڈر کر شام کو بھاگ گیا اور دوبارہ عیسائی ہو گیا۔ حضرت عمرو بن عاص کے بیٹے محمد نے ایک مصری کو کوڑا مار دیا اور کہا: میں معززین کی اولاد ہوں۔ حضرت عمرو نے اسے اس ڈر سے کہ خلیفہ کو شکایت نہ کر دے، جیل میں ڈال دیا۔ جب وہ چھوٹا تو مدینہ پہنچ گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نالش کر دی۔ انھوں نے فوراً باپ بیٹے کو مصر سے بلایا اور مجلس قصاص میں کھڑا کر دیا پھر مصری کو درہ پکڑایا اور فرمایا: اس سے عزت داروں کی اولاد کی پٹائی کر۔ وہ محمد کو پیٹتا جاتا اور حضرت عمر کہتے جاتے: مارو معززین کے بیٹے کو۔ اس نے کوڑا حضرت عمر کو واپس دینا چاہا تو کہا: اب اسے عمرو کی گنجی چندیا پر چلاؤ، اسی کی سلطانی کی وجہ سے اس کے بیٹے نے تمھیں زدوکوب کیا تھا۔ حضرت عمرو نے استدعا کی: امیر المومنین، آپ نے بدلہ لے لیا ہے اور جی ٹھنڈا کر لیا ہے۔ مصری نے بھی کہا: جس نے مجھے مارا تھا میں نے اسے پیٹ لیا ہے تو معاملہ رفع ہوا۔ حضرت عمر کا غصہ ابھی فرو نہ ہوا تھا، حضرت عمرو کی طرف پلٹے اور کہا: او عمرو، لوگوں کی ماؤں نے انھیں آزاد جنا ہے، تم نے انھیں کب سے غلام بنانا شروع کر دیا ہے؟ عدل وانصاف سیدنا عمر کی فطرت کا حصہ تھے۔ فرماتے تھے: لوگ تب تک سیدھا چلتے ہیں جب تک ان کے لیڈر اور ائمہ سیدھا چلتے ہیں۔ وہ اپنے عمال کو بھی جادۂ انصاف پر چلانا چاہتے تھے، اسی لیے ان سے سخت باز پرس کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا: میرے عامل نے کسی پر ظلم کیا، مظلوم کی فریاد مجھ تک پہنچی اور میں نے اس کی دادرسی نہ کی تو میں خود ظالم بن جاؤں گا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مطالعۂ مزید: تاریخ الامم والملوک (طبری)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، البدایہ والنہایہ (ابن کثیر)، الفاروق عمر (محمد حسین ہیکل)، اخبار الحکماء (اختصار الزوزنی من 'اخبار العلما باخبار الحکما' للقفطی)۔

The Arab Conquest of Egypt and the last thirty years of Roman dominian (Alfred J Butler)

[باقی]